قرآنِ کریم کا اندازِ کلام

(مولوی محمد عبد القادر صدیقی نائب منتظم دفتر نظامت سر رشتہ علاج حیوانات سرکار عالی)

مثل مشہور ہے کہ درخت اپنے پھل سے اور آدمی اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے اور یہ بات عملی زندگی میں مسلم الثبوت حقیقت مانی جاتی ہے۔ اس اصل کی روشنی میں قرآنِ کریم کے اندازِ کلام کو ذرا بھی چشمِ انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ آواز خالقِ کائنات اور خالقِ فطرت کی ہے جس کی وجہ سے اُس کی طرف دل اس طرح کھنچ جاتا ہے جیسے مقناطیس سے لوہا۔ لوگ گھبراتے ہیں کہ قرآن کی عبارت عربی ہے جو عام فہم نہیں اس میں باہمی کوئی ربط نہیں مضامین سلسلہ وار نہیں۔ کتاب ابواب و فصول میں منقسم نہیں لیکن بادنیٰ تامل یہ باتیں حد درجہ ناقابلِ وثوق اور ناقابلِ اعتنا ہو جاتی ہیں بات اصل میں یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے کو اس کتاب کے متعلق چنان و چنین میں ڈالا اور اپنی فہم و فراست سے قید و بند میں جکڑنا ضروری سمجھا انہوں نے اس امر کو سمجھا ہی نہیں کہ خالق و مالک کا اپنی مخلوق و مملوک سے کیا راز و نیاز ہے۔ کیا تعلق اور کیا پیار ہے؟ کیا کوئی شخص اپنے کسی عزیز و قریب کو خط لکھتے وقت اس بات کا لحاظ رکھتا ہے کہ اس میں لایعنی تکلفات کے الفاظ مستعمل ہوں اور ایسا رنگ اس میں پیدا ہو جو بالعموم اپنے مقابل یا حریف سے مخاطب ہوتے وقت ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ جس کا منشا یہ ہے کہ وہ ہم سے ہماری رگِ جان سے بھی قریب ہے جب ہم اس کی صفات کی جانب توجہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمیع ہے یعنی وہ اپنے بندوں کی باتوں کو ہمیشہ سنتا ہے۔ بصیر ہے وہ افعال و اعمال و اقوالِ انسانی کو ہمیشہ دیکھتا ہے وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ عالم الغیب ہے۔ قدیر ہے ہمیشہ اپنے بندوں کے لئے اپنی قدرت نمائی کا جلوہ دکھاتا ہے۔ یہاں تک حدیث شریف صحیح میں وارد ہے کہ انسان نوافل پڑھتے پڑھتے خدا کے اس قدر قریب ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاؤں ہو جاتا ہے

جن سے وہ چلتا ہے آنکھیں ہوجاتا ہے جن سے دیکھتا ہے ہاتھ ہوجاتا ہے جن سے وہ پکڑتا ہے۔ غرضکہ مصداق اس شعر کا ہوجاتا ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد از آں من دیگرم تو دیگری

ہر انسان معناً اللہ تعالیٰ کا مقرب ہے پس ایسے مقرب کیلئے حجاب و پردہ کی قید یکلفات و تصنعات کی پابندیاں ظلم عظیم نہیں تو اور کیا متصور ہوسکتا ہے جیطرح ماں باپ اپنے بچوں سے تنزل اختیار کرکے ہمکلام ہوتے ہیں۔ اس سے بہت بڑھ چڑھ کر خدائے تعالیٰ اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے لیکن اس کلام میں ندرت یہ ہوتی ہے کہ وہ بجائے خود اتنا پر حکمت و پر معرفت ہوتا ہے کہ اس سے ہر استعداد کا انسان اپنی اپنی فہم و سمجھ کے مطابق فائدہ اٹھاتا ہے اس کے کئی ظواہر ہوتے ہیں اور کئی بواطن ہیں جنکے تفصیلی اظہار کی اس جگہ گنجائش نہیں۔ غرض اس روشنی میں قرآن کریم کو دیکھا جائے کہ ایک مالک نے اپنے غلاموں کے نام ہدایت نامہ بھیجا ہے اور اس عشق و محبت کو مدنظر رکھا جائے جو عبد و معبود میں لابدی ہے تو طرز کلام قرآن نہایت دلکش و دلنشین پیرایہ اختیار کرتا ہے اور حق یہ ہے کہ یہی حق اور درست ہے۔

ایک اور امر لائق لحاظ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے اس کا کلام بھی لامحدود اثر رکھتا ہے اس پر بھی ہم اپنے عقلی ڈھکوسلے اور ذہنی قواعد و ضوابط استعمال کرنا شروع کریں تو یہ ایک نہایت فاش غلطی ہوگی۔ اس کتاب کو نازل ہوکر ساڑھے تیرہ سو برس ہوتے ہیں۔ اس کی پیروی سے کتنے اولیاء کتنے اقطاب کتنے برگزیدگان بارگاہ ایزدی ہوئے اس کی تفصیل بے ضرورت ہے کیونکہ یہ بزرگان دین تبلیغ حق کے فریضہ کو ادا کرتے ہوئے تمام دنیا میں پھیل گئے اور مختلف اقطاع عالم میں ان کے مزارات و خانقاہیں اس امر کا کھلا ثبوت ہیں کہ ان کی پاک زندگیاں ان کے پاک جذبات ان کے نمایاں کارنامے بیش بہا کامیابیاں حسن اخلاقی فتوحات سب کی سب محض اس وجہ سے تھیں کہ ان کی گردن قرآن کے جوئے

کے نیچے تھی۔ یہ دلیل بھی اس امر پر ہے کہ قرآن کریم پر بے ترتیبی و بے ربطی و عدم مفاہمت کا الزام ہرگز درست نہیں۔ اس زمانہ میں بھی بندگانِ خدا ایسے ہیں جو اپنے وجود سے قرآنی تعلیم و عظمت کو ثابت کر سکتے ہیں۔

غلطی ہماری ہے اور بشیک و بے خطا ہم غلط راستہ پر جا رہے ہیں۔ ہماری ذہنیت قرآن کی نسبت نہایت پست ہو گئی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا ماحول سائنس و فلسفہ کے اعتراضات سے اس قدر مرعوب ہے کہ وہ یہ با ہو کر جواب دینے میں حد درجہ متامل نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ بالکل صاف ہے۔ قرآن چھوڑ گیا۔ فہم قرآن جاتا رہا۔ آنکھ بند کر لینے سے تاریکی کا آنا لازمی ہے۔ روشن آفتاب حقیقتاً ان کو کوئی روشنی نہیں پہنچا سکتا۔ ہم نے اپنے دلوں کو قرآن سے موڑ لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دوسری تعلیموں نے اس کی جگہ لے لی۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز خالی ہو گئی ہے دوسری اس کی جگہ لیتی ہے اسی لئے فلاسفر کہتے ہیں نیکی سے انحراف کر لیا جائے تو معاً بدی کی عملداری شروع ہو جاتی ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ بدی بدی کو کھینچتی ہے اور نیکی نیکی کو۔ ایک شاعر کیا خوب کہتا ہے:۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

کبوتر با کبوتر باز با باز

مسلمانوں کے ادبار و نکبت کی محض یہ وجہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا۔ اب قرآن کو یا تو قسم کھا لینے کے لیے استعمال کرتے ہیں یا سوم یا دہم یا چہلم میں میت کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے برتتے ہیں اگر بہت کچھ ہوا تو یہ کر لیتے ہیں کہ جس وقت کوئی مرنے لگے تو کسی یٰسین خواں کو بلوا کر سورہ یٰسین پڑھوا دی تا کہ اُس کا دم فوراً نکل جائے کیونکہ اس کی ذہنیت یہ ہوتی ہے کہ یٰسین شریف صرف اسی وقت پڑھی جاتی ہے جبکہ زندگی کی کوئی اُمید نہ ہو۔ حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ قرآن کو پڑھتا قرآن کو سمجھتا۔ قرآن پر عمل کرتا تو دیکھتا کہ اُس کی جاہ و وجاہت میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی ہے

یا نہیں۔ جیسا کہ سلف صالح نے ترقی کی یہ ہمی ترقی کرتا اور اپنے اسلاف کا صحیح معنوں میں خلف الرشید ہوتا ہے۔ یہ حقیقت کم و بیش میرے نزدیک آفتاب جیسی روشن ہے کہ قرآن کریم میں ایسی تعلیم موجود ہے جو ہر بچہ ہر بوڑھے ہر جوان ہر لڑکی ہر عورت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ تمدن و معاشرت کا بہترین اساس سیاست مدن روحانیت اتم کا بکلی لحاظ ہے۔ بہ دست بستہ ایسی پرزور درخواست کروں گا کہ یار سے قرآن سے متنفر نہ ہو جاؤ۔ بلکہ اندر داخل ہو کر مشاہدہ کرو کہ آج کل کی مسموم ہواؤں اور وباؤں کا علاج بتایا گیا ہے یا نہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت عمر رضی نے فرمایا تھا حسبنا کتاب اللہ ہمارے لئے خدا کی کتاب بس ہے۔ قرآن خود فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بطور وعید حسرت کا فرما گئے کہ افسوس کہ میری قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَہٗ

قرآن کا مقام اول علم باریتعالیٰ ہے، پھر لوح محفوظ پھر قلب مطہر جناب خاتم الانبیا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم ہا۔

قرآن کی عظمت کا اس سے اندازہ لگانا چاہئے کہ یہ جس کا کلام ہے وہ خود کیا ہے ؟ ؟ ؟

انسان جس طرح خلاصۂ کائنات ہے اسی طرح قرآن انسان کے پیدا ہونے کی غرض و غایت کا ملخص ہے اور بغیر اس کے انسان حیوان سے بھی بدتر ہے۔

پس ذرا انسان اپنی ہستی پر غور کرے اور قرآن سے اپنے انکار کو دیکھے اور اس کے انجام کو سوچے۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَہٗ